درسِ قرآن

محمد احمد حافظ

مومن کی جان و مال کی حرمت

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ج تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ز فَعِنْدَ اللّٰہِ مَغَانِمُ کَثِیْرَۃٌ ط کَذٰلِکَ کُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ فَتَبَیَّنُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا o (النساء ۔ ۹۴)

معانی والفاظ:

اِذَا ضَرَبْتُم...... جب تم سفر کے لیے نکلو۔ فَتَبَیَّنُوْا ......غور و فکر اور تحقیق کر لیا کرو۔ اَلْقٰی ......ڈالا مطلب سلام پیش کیا۔ تَبْتَغُوْن......تم چاہتے ہو۔ عَرَض......عارضی مال و متاع۔ مَغَانِم......غنیمت کے مال۔ مَنَّ......اس نے احسان کیا۔

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں نکلو تو تحقیق کر لیا کرو۔ اور مت کہو اس شخص کو جو تم سے سلام علیک کرے کہ تُو مؤمن نہیں۔ تم دنیا کا عارضی سامان چاہتے ہو، سو اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں ہیں تم بھی تو ایسے ہی تھے اس سے پہلے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل کیا سو اب تحقیق کر لو، بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔‘‘

معارف وتفسیر:

آیت بالا سورۃ نساء کی چورانویں آیت ہے۔ اس سے پہلے کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے قتل عمد اور قتل خطا کے احکام کا ذکر فرمایا ہے۔ زیر درس آیت میں اہل ایمان کو خاص خطاب ہے، اہل ایمان میں بھی وہ لوگ جو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلیں۔ جب اہل ایمان میں سے کچھ مومنین جہاد کے لیے نکلتے ہیں تو ان کے جوش وخروش اور ولولہ وجذبہ کا عالم دیدنی ہوتا ہے۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب کوئی مردِ مجاہد جہاد کے لیے نکلے تو کفار کے خلاف کتنی آگ اس کے سینے میں بھڑک رہی ہوگی......اس جوش وجذبے کے عالم میں بسا اوقات ایسے امور بھی سرزد ہو جاتے ہیں جو شرعاً ناجائز ہوتے ہیں۔ انہی میں سے ایک کا ذکر یہاں کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک روایت محدثین نے ذکر کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ فدک کا ایک باشندہ مرداس بن نہیک تھا۔ اس کی قوم ابھی تک مسلمان نہیں ہوئی تھی۔ اس کی قوم کو جب اسلامی دستے کی آمد کا علم ہوا تو سب لوگ بھاگ گئے۔ مگر مرداس چونکہ مسلمان تھا، اس لیے وہ نہیں بھاگا۔ البتہ جب سواروں کو دیکھا تو خدشہ ہوا کہ کہیں مسلمانوں کے علاوہ کوئی اور لوگ نہ ہوں۔ اس لیے اس نے اپنی بکریاں کسی محفوظ پہاڑی مقام پر پہنچائیں اور خود پہاڑ پر چڑھ گیا۔ سوار پھر بھی سر پر آ پہنچے۔ مرداس نے جب مجاہدین کو تکبیر پڑھتے سنا تو

یقین آ گیا کہ یہ مسلمان ہی ہیں۔اس لیے مطمئن ہوکر کلمہ پڑھتے ہوئے نیچے اتر آیا اور مسلمانوں کو السلام علیکم کہا۔مگر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اسے تلوار مار کر قتل کر دیا اور بکریاں ہنکا کر لے گئے۔ جب حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں لوٹے اور واقعہ کی اطلاع دی گئی۔آپ ﷺ کو اس حرکت سے بہت رنج ہوا۔آپ نے فرمایا تم نے اس کے مال کے لالچ میں اسے قتل کر دیا؟ پھر یہی مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔حضرت اُسامہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے مغفرت کی دعا فرما دیجئے۔آپ ﷺ نے فرمایا: لاالٰہ الا اللہ کا کیا ہوگا؟......حضور ﷺ نے یہ کلمات تین بار ارشاد فرمائے۔حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ آپ کے بار بار اس طرح ارشاد فرمانے سے میں نے (اتنی شرمندگی محسوس کی اور) خیال کیا کہ آج سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا (یعنی آج ہی مسلمان ہوتا اور میرے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے) بالآخر آپ ﷺ نے دعائے مغفرت فرما دی۔(رواہ الثعلبی) یہ صرف ایک واقعہ نہیں۔اس طرح کے متعدد واقعات دورِ رسالت میں پیش آئے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے خاص اہل ایمان کو مخاطب کر کے کسی کے قتل سے پہلے تحقیق کا حکم فرمایا۔یہ تحقیق اس لیے بھی ضروری ہے کہ نئی جگہ یا نئے لوگوں کے حالات کا فوری علم نہیں ہوسکتا۔بعض اوقات کسی نئی جگہ کے بارے میں پہلی اطلاعات مختلف ہوتی ہیں مگر جب تحقیقات کی جاتی ہیں تو حالات مختلف نکلتے ہیں۔چناں چہ مجاہدین کے لیے ہدایت ہے کہ اگر کسی بستی میں اسلام کی خصوصی علامات نظر آئیں مثلاً مسجد کا موجود ہونا، اذان کی آواز آنا تو وہاں کے باشندوں سے مڈبھیڑ کرنا درست نہیں۔بغویؒ نے بطریق شافعی ابن عصام کی وساطت سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی فوجی دستے کو بھیجتے تو ہدایت فرما دیتے کہ اگر تمھیں مسجد نظر آئے یا موذن کی آواز سن لو تو کسی کو قتل نہ کرنا۔(بحوالہ تفسیر مظہری)

خونِ مسلم کی حرمت:

مومن کے قتل سے روکنے کے لیے اس قدر اہتمام کے ساتھ خاص طور پر اہل ایمان کو تخاطب کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مومن پر مومن کا خون حرام ہے۔اگر کوئی مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کا خون بہاتا ہے تو یہ فتنہ وفساد اورخون ریزی کا باعث ہوسکتا ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِناً اِلَّا خَطَاءً ا(النساء)

''اور کسی مومن کو زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے۔''

اس اگلی آیت میں جان بوجھ کر قتل کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وعید بیان فرماتے ہوئے سخت ترین عذابِ جہنم کی سزا سنائی ہے۔ارشاد ہے:

وَمَن يَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّلَهٗ عَذَابًا عَظِيْماًO(النساء)

''اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ کا غضب ہوگا اس پر اور اللہ کی لعنت۔ اور اس نے اس (قاتل) کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

احادیث میں بھی خونِ مسلم کی حرمت کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر (تمام) آسمان وزمین والے مومن کے خون میں شریک ہو جائیں تو اللہ ان سب کو اوندھے منہ دوزخ میں پھینک دے گا......'' (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا، رسول اللہ ﷺ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں تو کیسا پاکیزہ ہے، تیری خوشبو کیسی لطیف ہے، تو کس قدر عالی ہے اور تیری حرمت کیسی عظیم الشان ہے۔ (لیکن) قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مومن کے مال وجان کی حرمت تیری حرمت سے بڑھ کر ہے (ابن ماجہ)

یہ آیاتِ بیّنات اور واضح احادیث اس بات کو کھول کھول کر بیان کر رہی ہیں کہ کسی مسلمان کے لیے قطعاً جائز وحلال نہیں کہ وہ اپنے ہاتھوں کو مسلمان بھائی کے خون سے رنگے۔ شرعی اصطلاح میں وہ شخص بھی مسلم ومومن ہے۔ جس نے لا الہٰ الا اللہ کا اقرار کر لیا۔ خواہ اس نے ابھی کوئی نیک عمل کیا ہو یا نہ ہو حدیث کی رو سے وہ جنت میں داخلے کا مستحق ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں: **مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّة** ......دورِ رسالت میں کئی واقعات ایسے پیش آئے کہ ایک شخص آیا۔ لا الہٰ الا اللہ کا اقرار کیا اور جہاد میں شریک ہو کر مارا گیا، نہ نماز پڑھی، نہ روزہ رکھا نہ دیگر اعمال کیے مگر اس کے لیے جنت کی بشارت وارد ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی ایسا واقعہ پیش آیا کہ کسی شخص نے تلوار کے خوف سے یا اپنی مرضی سے کلمہ پڑھا مگر کسی صحابی نے غلط فہمی کی بنیاد پر اسے قتل کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر نہایت خفگی کا اظہار فرمایا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ والی روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شدتِ غضب میں ارشاد فرمایا:

''تو نے اس کا دل چیر کو کیوں نہ دیکھ لیا کہ تجھے معلوم ہو جاتا اس نے دل سے (لا الہٰ الا اللہ) کہا ہے یا نہیں۔''

مجاہدین اسلام کو خاص طور پر اس لیے بھی خطاب ہے کہ بسا اوقات انسان پر طاقت کا نشہ سوار ہو جاتا ہے اور اس نشے میں اچھے برے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ اس وقت فیصلہ عقل وہوش سے نہیں جوش سے ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں بعید نہیں ہوتا کہ ناجائز طور پر کسی کی گردن ماردی جائے۔ آج کے دور میں بھی جبکہ عالمی سطح پر جہاد کی تحریک برپا ہے۔ کئی واقعات ایسے مشاہدے میں آئے ہیں جن میں بہت سے مسلمان بھائی ناحق قتل کر دیئے گئے۔ اس سے جہاں مومنین کی جانوں کا ضیاع ہوتا ہے۔ وہیں لازمی طور پر جہاد اور مجاہدین بھی بدنام ہوتے ہیں۔ گو کہ فقہاء کے نزدیک بعض ایسی

صورتیں بھی ہیں جہاں ناگزیر طور پر مسلمان بھائیوں کی جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ مثلاً کفار لڑائی کے دوران مسلمانوں کو ڈھال کے طور پر استعمال کریں تو اس وجہ سے جہاد کو موقوف نہیں کیا جائے گا کہ اس حملے میں مسلمان مارے جائیں گے۔ ہاں! ان مسلمانوں کو ضرور تلقین اور تنبیہ کی جائے گی جو کفار کے شہروں میں اور بستیوں میں رہائش پذیر ہوں کہ وہ کفار کے علاقوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے علاقے میں آبسیں۔

جہاد کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ کے علاوہ حصولِ غنیمت بھی ہوتا ہے تاکہ کفار معاشی طور پر کمزور اور مسلمان مستحکم ہوں اس لیے زیر درس آیت میں کلمہ طیبہ پڑھنے والے کے ایمان کو تسلیم کرنے کے علاوہ پہلے نمبر پر اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ تم دنیاوی غنیمتوں کے طلب گار کیوں ہو؟ حالانکہ یہ عارضی سامان ہے۔ کفار کا مال تو غنیمت میں شمار ہو جائے گا لیکن کلمہ توحید کا اقرار کرنے والے مومن کا مال لینا تو سراسر ناجائز ہے۔ اس کی بجائے مجاہدین یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اصل غنائم تو اللہ تعالیٰ کے پاس آخرت میں ہیں۔ جن کی نہ کوئی حد ہے اور نہ شمار۔ مطلب کہ مومن کی شان یہ نہیں کہ وہ دنیاوی سامان پر نظر رکھے بلکہ اسے تو آخرت کے سامان پر، وہاں کی نعمتوں پر اور وہاں کے انعامات پر نظر رکھنی چاہیے جو کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ دوسرا **کذلک کنتم من قبل فمن اللہ علیکم** الخ میں اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ ایک وقت میں تم بھی تو انہی لوگوں کی طرح تھے جو ایمان نہیں لائے۔ پھر تم نے کلمہ پڑھا۔ توحید و رسالت کی تصدیق کی تو تمہارے جان و مال کو محفوظ قرار دے دیا گیا۔ حالانکہ تم نے بھی صرف زبانی شہادت دی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمھیں ثابت قدمی سے نوازا اور دین پر استقامت عطا فرمائی۔ اس وقت تم سے تحقیق و تفتیش کی قید لگائی گئی اور نہ تمھارے دل ٹٹولنے کی بات کی گئی...... اگر اس وقت تمھیں کوئی یوں ہی قتل کر دیتا تو؟

خلاصہ:

یہاں ایک اور بات خاص طور پر سمجھنے اور یاد رکھنے کی ہے کہ قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے۔ اُسے کافر کہنا درست نہیں۔ ہاں! اس سے ایسے افعال یا عقائد کا صدور ہو جو موجبِ کفر ہوں اور ایسا ہونا یقینی بھی ہو تو بات دوسری ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھنا چاہیے۔ اس کے قلب میں اور باطن میں کیا ہے؟ اس کی تفتیش انسان کا کام نہیں، باطنی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا چاہیے اور خود کو ناجائز امور کے ارتکاب سے روکنا چاہیے ورنہ اللہ تعالیٰ کے شدید عذاب و غضب کا خدشہ ہے۔ مجاہدین اسلام کو خاص طور پر خیال رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں جو قوت رکھی ہے کہیں اس کا ناجائز استعمال نہ ہو۔ اگر ایسا ہوگا تو نہ صرف یہ کہ فتنہ و فساد پھیلے گا بلکہ جہاد جیسی عظیم عبادت پر بھی حرف آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن و سنت کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔